

رسائل و مسائل

توہین صحابہ کا بے سرو پا الزام

سوال - یہ صورت حال بڑی افسوسناک ہے کہ مولانا مودودی کی بعض تحریروں کو بنیاد بنا کر ان کے اور جماعت اسلامی کے خلاف بعض لوگوں نے مدت سے ایک مبہم چلا رکھی ہے اور انہیں توہین صحابہ کا ٹکڑا قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا مودودی نے پہلے تجدید و احیائے دین میں لکھا تھا کہ حضرت عثمانؓ ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ خلافت و ملوکیت میں بھی یہ بات دہرائی گئی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے شیخین کی پالیسی سے ہٹ کر جو روش اختیار کی وہ بلاظاہر نامناسب بھی تھی اور علمائے سنت و تعارض نے بھی ثابت ہوئی۔ انہوں نے اپنے اقربا کو بڑے بڑے عہدے اور عیالے دیئے جس سے خرابیاں پیدا ہوئیں۔ اس سلسلے میں مردان پر بھی تنقید کی گئی ہے۔

اسی طرح امیر معاویہؓ کے بارے میں مولانا نے لکھا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے خلاف خروج اور بغاوت کے قزلبک ہوئے۔ ان کے والد حضرت ابوسفیان کے بارے میں بھی بعض نامناسب بیانات خلافت و ملوکیت میں موجود ہیں۔ ان سب باتوں کو صحابہ کرام کی بے ادبی اور گستاخی پر محمول کیا گیا ہے۔ خلافت و ملوکیت میں جو واقعات درج ہیں، ان سب کا حوالہ تو دے دیا گیا ہے لیکن اس میں جس طرح دُور صدیقی و فاروقی کا تقابل بعد کے ادوار سے کیا گیا ہے، کیا اس طرح کے تبصرہ کی مثال کسی دوسرے مصنف یا مؤرخ کے ہاں بھی ملتی ہے اور وہاں بھی یہ اندازہ تنقید پایا جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کی کوئی نظیر پیش کر دی جائے تو شاید ان لوگوں کے لیے موجب اطمینان ہو جو ضد میں

بتلا نہیں ہیں بلکہ محض ہنگامہ آرائی سے متاثر ہیں۔“

جواب (از ملک غلام علی صاحب)۔

مولانا مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت (طبع جدید) کے ضمیمے میں ایسا مواد موجود ہے جو ایک حق پسند انسان کی تشفی کے لیے کافی ہے۔ تاہم میں چند توضیحات اپنی طرف سے درج کیے دیتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یاد دوسرے صحابہ کرام کے متعلق مولانا مودودی کے قلم سے کوئی بات ایسی نہیں نکلی جسے معاذ اللہ ست و شتم یا مطاعن و ثائب کے زیر عنوان لایا جاسکے۔ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے ائمہ اہل سنت اور اصحاب تاریخ و سیر سلف سے خف تک کم و بیش اسی طرح کی باتیں لکھتے چلے آئے ہیں، بلکہ بعض باتیں اس سے شدید تر بھی لکھی گئی ہیں۔ اس کی ایک دو نہیں، متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ سر دست سب سے پہلے امام ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ کے چند حوالے یہاں درج کر دوں۔ امام مودودی اور ان کی اس تصنیف کو میں نے دو وجوہ کی بنا پر منتخب کیا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مولانا مودودی کے خلافت جن حضرات نے اپنی زبان و قلم کی باگیں ڈھیلی کی ہیں، ان کی دستبرد اور تعدی سے ابن جریر، ابن عبد البر اور ابن کثیر جیسے جلیل القدر ائمہ فن بھی محفوظ نہیں رہے، لیکن غنیمت ہے کہ ان حضرات کے ہاں ابھی تک ابن تیمیہ اور بالخصوص ان کی کتاب منہاج السنہ کا اعتبار قائم ہے اور وہ جا بجا انہیں شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کر کے اس کتاب کی عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ دوسری وجہ میرے انتخاب کی یہ ہے کہ فی الواقع ہزار سے زائد صفحات کی یہ کتاب ایک شیوہ مصنف کے رد میں لکھی گئی ہے اور اس میں غلطیے راشدین اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا، غلطی کہ مروان اور یزید کے حق میں خبیثی سفائی پیش کی جا سکتی تھی، اس میں بھی کسر باقی نہیں رہنے دی گئی۔ بعد میں آنے والے اور اس موضوع پر لکھنے والے سب امام ابن تیمیہ کے خوشہ چین ہیں۔

منہاج السنہ کی چوتھی اور آخری جلد کی ایک فصل میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ تاریخی واقعات کے صدق و کذب کا معیار باعتبار سند کیا ہونا چاہیے۔ اس فصل کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے: و ہنا طریق یہ کن سلوکھا من لہ تکن لہ معرفۃ بالخبار... اس میں پہلے ابن تیمیہ حضرت ابو بکرؓ کی سیرت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے منسب خلافت کو اس حال میں چھوڑا کہ نہ کسی سے تزیجی سوک روارکھا

اور نہ اپنے قرابت داروں کو عہدے دار بنایا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لم یتلو ث لہم بعال ولا ولی احد امن
اقاربہ ولا یتہ فہذا امر بعرثہ کل احد واما
عثمان فانہ بنی علی امر قد استقر قبلہ بسکینۃ
وحلم و ہدی ورحمۃ وکرم ولم یکن فیہ قوۃ
عمر ولا سیاستہ ولا فیہ کمال عدلہ وزہدہ
فطمع فیہ بعض الطمع وتوسعوا فی الدنیا
وضعت خوفہم من اللہ ومنہ ومن ضعفہ
هو وما حصل من اقاربہ فی الولاية والمال
ما اوجب الفتنۃ حتی قتل مظلوماً شہیداً۔
رد ۱۲ منہاج السنہ، الجزء الرابع،
بالمطبعۃ الامیر، جولاق، مہر ۱۳۲۲

حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مال سے آلودہ نہ کیا اور نہ اپنے
کسی رشتہ دار کو کوئی عہدہ دیا۔ یہ ایسی بات ہے جسے ہر
ایک جانتا ہے۔ رہے حضرت عثمانؓ تو انہوں نے سکویٰ قلب
اور بردباری اور راست روی اور رحمت اور کرم کے ساتھ
اس نظام کو چلایا جو ان سے پہلے قائم ہو چکا تھا، مگر ان میں
نہ حضرت عمرؓ جیسی قوت تھی، نہ ان کی سی سیاست، نہ اس
درجہ کا کمال عدل و زہد۔ اس سے بعض لوگوں نے ان سے
ناجائز فائدہ اٹھایا اور وہ دنیا کی طلب میں منہمک ہو گئے
اور ان میں خدا اور خلیفہ کا خوف کمزور ہو گیا۔ پس حضرت
عثمانؓ کی کمزوری نے اور ان کے اقارب کو جو مناسب مال
حاصل ہوئے تھے، انہوں نے فتنے کو جنم دیا حتیٰ کہ آپ
مظلومی کی حالت میں شہید ہو گئے۔

پھر آگے اسی فصل میں ۱۲۷ پر فرماتے ہیں:

وکان ابو بکر و عمر افضل سیرۃ و اشرف
سیرۃ من عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین
فلہذا کاننا بعد عن الملام واولی بالثناء العالم
حتى لم یقع فی زمنہما شیء من الفتن۔

حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ اپنی سیرت اور طہنیت میں حضرت
عثمانؓ و علی رضی اللہ عنہم اجمعین سے افضل و اشرف
تھے، اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ ملامت سے محفوظ اور
عام تعریف کے مستحق رہے، اور اسی بنا پر دونوں کے عہد
میں کوئی فتنہ رونما نہ ہو سکا۔

منہاج السنہ کی اسی چوتھی جلد میں ایک فصل قل الرافضی الخامس اخبارہ بالغائب... کے الفاظ سے
شروع ہوتی ہے۔ اس میں ۱۶۱ پر یہ عبارت موجود ہے: ولہ یتیم احد من المصحابۃ والتابعین معاویۃ بنیفاق

واختلفوا فی ابیہ - صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے معاویہ پر تو منافقت کا الزام نہیں لگایا ہے، مگر ان کے باپ کے معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ میں اپنے ناقص علم کی بنا پر اس اختلاف کی تفصیل سے ناواقف ہوں جس کا ذکر فقرے کے آخر میں کیا گیا ہے، البتہ میں اس عبارت کو دشنام طراز اور فتویٰ باز حضرات کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حق میں کیا فتویٰ رسید کرتے ہیں؟

علامہ محب الدین طبری شافعی نے اپنی کتاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں حضرت سعید بن مسیب کا جو قول حضرت عثمان کے متعلق نقل کیا ہے وہ خلافت و طوکت کے ضمن میں موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضرت عثمان کے اس طریقے کو پسند نہیں کرتے تھے کہ انہوں نے غیر صحابی بنو امیہ کو ٹبری تعداد میں عہدہ دینے، ان عہدہ داروں سے ناپسندیدہ افعال سرزد ہونے اور توجہ دلانے پر بھی ان شکایات کا ازالہ نہ ہو سکا۔ الریاض النضرہ کے متعلق میں یہ امر مزید واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کا اصل موضوع تاریخ نہیں بلکہ یہ خاص طور پر خارجی و شیعہ عقاید کے ابطال اور سنی عقائد اور ان کی حقانیت کے اثبات کی غرض سے لکھی گئی ہے اور اس میں ان دس صحابہ کرام کے فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیب کی خصوصی بشارت دی تھی اور جنہیں اہل سنت عشرہ مبشرہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

ما قاطعت حبیب الدین الطبری کے اسی قول کو بنیاد بنا کر ملاحی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاة شرح مشکوٰۃ، الجواب المناقب میں حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان کی سیرتوں کا فرق یوں واضح فرمایا ہے:

وان اتفق خلاف فالك في بادي النظر	حضرت ابو بکر سے اگر بادی النظر میں صحابہ کرام کو
ما حجوا اليه في ثمانية مستصوبين سايه معتقون	اختلاف ہوتا تب بھی دوبارہ غور و فکر کے بعد انہوں نے
بلن الحق كان معه كما في قتال اهل البرده او	حضرت ابو بکر کی رائے کو صحیح سمجھ کر ان کی طرف رجوع کیا
نحو فالك وخذ المعنى فقد في عثمان - فانهم	اور ان کے برسرِ حق ہونے کا اعتراف کیا، جیسا کہ مرتدین
خالفوا رايه في كثير من وقايحه ولم يرجعوا	وغیرہ کے معاملے میں ہوا۔ یہ بات حضرت عثمان کے معاملے
اليه بل اصروا على انكارهم عليه حتى قتل	میں منقود ہو گئی۔ بہت سے واقعات میں صحابہ نے ان
وكان مع فالك على الحق ما شهدت به	کی رائے سے اختلاف کیا اور ان سے متفق نہ ہونے

الاحادیث و کان رجلاً صالحاً علی ما دل هذا
الحديث فالنقص انما کان مما ثبت للشیخین
قبله - کذا حققه الطبری فی الریاض النضره -
بلکہ اپنے انکار و اختلاف پر مصر رہے۔ بیان تک کہ آپ
شہید ہو گئے۔ اس کے باوجود آپ حق پر تھے جیسا کہ امام
شاہد ہیں۔ اس حدیث کی رو سے بھی آپ مرد صالح تھے۔
آپ میں کمی یا نقص صرف اس معیار کے لحاظ سے تھا جو ان
سے پہلے شیخین کے حق میں ثابت ہو چکا تھا۔ طبری نے
الریاض النضرہ میں اپنی تحقیق یہی بیان کی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی تصنیف "ازالہ الخفا عن خلافتہ الخلفاء" کا موضوع بحث بھی یہی ہے
اس میں بھی خوارج و شیعہ کے نظریات کا رد، خلافت راشدہ کی حجیت اور خلفائے راشدین کے اسوہ اور ان کے
کارنامہ کا بیان ہے۔ اب ازالہ الخفا، مقصد اول ص ۱۵۱ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

سیرت حضرت ذی النورین بہ نسبت سیرت
حضرت عثمان ذوالنورین کی سیرت حضرت شیخین کی سیرت
شیخین معیار تھے داشت، زیرا کہ گاہے از عزیمت
برخصت تنزل می نمود و امراء حضرت ذی النورین
نہ برصفت امراء شیخین بودند۔
سے معیار و مختلف تھی کیونکہ حضرت عثمان بعض اوقات
عزیمت کے بجائے رخصت پر اتر آتے تھے اور آپ کے
امراء میں شیخین کے امراء و عمال جیسی صفات نہ تھیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے خلف الرشید شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی اہل تشیع کی تردید میں ایک مستقل
کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں صاف طور پر حضرت امیر معاویہ کو باغی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح
انہوں نے اپنے فتاویٰ اور دوسری تحریروں میں متعدد مقامات پر لکھا ہے کہ امیر معاویہ شائبہ نفسانیت سے خالی
نہ تھے۔ میں ذیل میں تمنا ز اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خاں صاحب کی ایک عبارت نقل کرتا ہوں جس میں نواب
صاحب موصوف کا حوالہ بھی مذکور ہے، اس لیے یہ اہل حدیث و اصناف سب کے لیے لائق اعتناء ہے۔ نواب
صاحب مرحوم اپنی کتاب ہدایۃ السائل الی اولیۃ المسائل کے صفحہ ۵۱ پر پہلے تو لکھتے ہیں کہ مروان حضرت طلحہ و زبیر
حضرت نعمان بن بشیر کا قاتل تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے امام ذہبی، ابن خزم اور ابن حبان کی نہایت سخت رائے
مروان کے خلاف نقل کی ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

مروان کی طرف سے یہ عذر پیش کرنا کہ اس نے حضرت طلحہ کو کسی تاویل و توجیہ کی بنا پر قتل کیا تھا، ایک ایسی معذرت ہے جس کو پیش کر کے ہر گنہگار کو بے گناہ قرار دیا جاسکتا ہے اور اس کے حق میں تاویل کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔ یہ تاویل اس شخص کی تاویل کے مانند ہے جس نے حضرت معاویہ کی غلط کارروائیوں کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے خلاف بغاوت برپا کی۔ اجتہاد کی تھی۔ محمد بن ابراہیم الوزیری نے عواصم میں لکھا ہے کہ ”تمام اہل حدیث مانتے ہیں کہ معاویہؓ اور ان کے قدم ساتھی جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی وہ حضرت علیؓ کے باغی تھے۔ اور حضرت علیؓ حق پر تھے۔“ میں انواب صدیق حسن خاں، کہتا ہوں کہ شاہ عبدالغزیز دہلوی کے ارشادات میں بھی قول مختار یہی ہے کہ حضرت معاویہ کی حضرت علیؓ کے ساتھ لڑائی شائبہ نفسانیت سے خالی نہ تھی۔ اور یہ قول ضعیف ہے کہ امیر معاویہ کی خطا اجتہادی تھی۔

سوال یہ ہے کہ جو اصحاب اہل سنت کے امام اور اہل تشیع کے بالمقابل سنی مسک کے بہترین مامی ترجمان شمار کیے جاتے ہیں، وہ اگر مندرجہ بالا اقوال کے صرف ناقل ہی نہیں بلکہ قائل بھی ہیں اور ان کے یہ اقوال ایسی کتابوں میں درج ہیں جو شیعوں کی تردید میں لکھی گئی ہیں، تو مولانا مودودی نے اگر خلافت و ملوکیت کی تاریخی بحث کے دوران میں ہی کچھ لکھ دیا ہے تو آخر کس جرم کا ارتکاب کیا ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی قدر مراتب واجب الاقترام ہیں مگر معصوم نہیں ہیں۔ ان کی بعض خطائیں خود قرآن میں مذکور ہیں جس سے کسی مسلمان کو مجال انکار نہیں ہے۔ مولانا مودودی نے صحابہ کرام کے متعلق جو بات بھی لکھی ہے وہ محتاط پیرائے میں ان کا

ایں اقتدار کہ قتل طلحہ تاویل کر دینی ہست کہ باوجود شہیح معصیت برائے بیح عامی باقی نمی ماند بلکه برائے وی دعویٰ تاویل میرسد و این ہجو تاویل کسی مت کہ از طرف معاویہ در فواق روی تاویل کردہ و گفتہ کہ وی در بنی خود مجتہد بود و در عواصم نوشتہ ”وقد اعترف اهل الحدیث باجمعہم ان المحاربین لعلی رضی اللہ عنہ معاویۃ و جمیع من تبعہ بغاۃ علیہ و انہ صاحب الحق، انتہی۔ گویم مختار شاہ عبدالغزیز دہلوی در بعض افادات خودش نیز ہمین مت کہ حرب معاویہ با علی کرم اللہ وجہہ خالی از شائبہ نفسانیت نبود و قول بخطائے اجتہادی ضعیف است۔“

شرف صحابیت محفوظ رکھتے ہوئے لکھی ہے، جسے کوئی ذی علم اور انصاف پسند آدمی توہین صحابہ پر معمول نہیں کر سکتا۔

حضرت عثمانؓ اپنے عزیزوں سے جو فیاضانہ برتاؤ روا رکھتے تھے، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے طرز عمل سے اس کا موازنہ کرتے ہوئے مولانا مودودی نے اسے صرف خلافتِ احتیاط اور غیر اولیٰ قرار دیا ہے، یہ نہیں کہا کہ یہ کسی حکم شرعی کے خلاف اور ممنوع تھا۔ ان کے اپنے الفاظ درج ذیل ہیں:

”صلہ رحمی کے شرعی احکام کی تاویل کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بحیثیت خلیفہ اپنے اقرباء کے ساتھ جو سلوک کیا اس کے کسی جز کو بھی شرعاً ناجائز نہیں کہا جاسکتا ظاہر ہے کہ شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں ہے کہ خلیفہ کسی ایسے شخص کو عہدہ نہ دے جو اس کے خاندان یا برادری سے تعلق رکھتا ہو۔ نہ خمس کی تقسیم یا بیت المال سے امداد دینے کے معاملے میں کوئی ایسا شرعی ضابطہ موجود تھا جس کی انہوں نے خلافتِ ورزی کی ہو۔ اس لیے ان پر یہ الزام ہرگز نہیں لگایا جاسکتا کہ انہوں نے اس معاملے میں حد جواز سے کوئی تجاوز کیا تھا۔ لیکن کیا اس کا بھی انکار کیا جاسکتا ہے کہ تدبیر کے لحاظ سے صحیح ترین پالیسی وہی تھی جو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اقرباء کے معاملے میں اختیار فرمائی اور جس کی وصیت حضرت عمرؓ نے اپنے تمام امکانی جانشینوں کو کی تھی؟“

(خلافت و ملکیت ص ۲۲۲)

مولانا کے نزدیک حضرت عثمانؓ کی سیرت کا بس یہی ایک پہلو اپنے پیشرووں سے مختلف تھا، ورنہ وہ برحاط سے ایک مثالی حکمران اور خلیفہ راشد تھے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ اس انتہائی نازک موقع پر حضرت عثمانؓ نے وہ طرز عمل اختیار کیا جو ایک خلیفہ اور ایک بادشاہ کے فرق کو صاف صاف نمایاں کر کے رکھ دیتا ہے۔ ان کی جگہ کوئی بادشاہ ہوتا تو اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے کوئی بازی کھیل جانے میں بھی اُسے باک نہ ہوتا۔ اس کی طرف سے اگر مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بچ جاتی، انصار و مہاجرین کا قتل عام ہو جاتا، ازواجِ مطہرات کی توہین ہوتی اور مسجد نبویؐ بھی مسمار ہو جاتی تو وہ کوئی پروا نہ کرتا۔ مگر وہ خلیفہ راشد تھے۔ انہوں نے

سخت سے سخت لمحوں میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھا کہ ایک خدا ترس فرما زردا اپنے افتدار کی نعلت کے لیے کہاں تک جا سکتا ہے اور کس حد پر پہنچ کر اسے رک جانا چاہیے۔ وہ اپنی بان دے دینے کو اس سے ہلکی چیز سمجھتے تھے کہ ان کی بدولت وہ جڑمتیں پامال ہوں جو ایک مسلمان کو ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہونی چاہئیں۔“

(خلافت و ملوکیت ص ۱۱۱)

کیا یہ انداز تحریر کسی ایسے شخص کا ہو سکتا ہے جس کے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تربین و تذلیل کا ادنیٰ شائبہ بھی موجود ہو؟ کیا تعظیم اور توہین کے جذبات ایک ساتھ کسی قلب میں جمع اور جاگزیں ہو سکتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ فعلِ توہین کا تعلق انسان کے الفاظ و اقوال سے زیادہ اس کی نسبت اور قلبی کیفیت سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی خاص واقعہ یا مسئلہ کے بیان میں ایک ایسا طرزِ تعبیر اختیار کرے جو اس کے نزدیک حدودِ ادب کے اندر ہو اور دوسرا شخص اس میں کوئی تجاوز محسوس کرے۔ لیکن کسی صاحبِ تقویٰ مسلمان کو اپنے ایک دینی بھائی کے متعلق یہ سوزِ ظن تو نہیں کرنا چاہیے کہ وہ ان ہستیوں کی توہین و استخفاف سے دیدہ و دانستہ ملوث ہو گا جن کی محبت و عقیدت سے ہر مسلمان سرشار ہے۔ کسی شخص کو ان کی توہین کا فریب قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس نے دانستہ انکی امانت کی ہے اور اس کا دل ان کے احترام سے خالی ہے۔ مگر کیا اتنا بڑا الزام اس کے کسی ایک فقرے یا چند الفاظ کی بنا پر لگا دینا صحیح ہے جبکہ اس کی عمر بھر کی تحریریں اور تقریریں اور کوششیں انہی بزرگوں کی تعریف و تحسین اور انہی کے اُسوہ کی پیروی کی طرف دینا کو دعوت دینے میں صرف ہوئی ہوں؟ لیکن آج یہ ہماری بڑی بد قسمتی ہے کہ مذہبی حلقوں میں ایک دوسرے کے خلاف، خدا کی توہین، نبیاء کی توہین، صحابہ کرام کی توہین کے الزامات اس سہولت اور اس کثرت سے عائد کر دیئے جاتے ہیں کہ یہ اب بچوں کا کھیل بن کر رہ گیا ہے۔ ہر دینی گروہ دوسرے کے چند اقوال چھانٹ کر یا سابق و سابق سے الگ کچھ اقتباسات نکال کر ان سے کفر و ضلالت برآمد کر رہا ہے۔ بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث سب اس معاملے میں جہارتِ فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ہر فریق اس طرح کے سچکنڈوں کا فراخ خود کچھ چکا ہے اور ان کی شکایت بھی رات دن کرتا رہتا ہے، مگر دوسروں کے خلاف ان کے استعمال سے باز نہیں رہتا۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور بعض دوسرے حضرات کے اقوال پر جو دو طرفہ بحثیں ہوتی رہی ہیں، وہ آخر کس سے مخفی ہیں؟ جس طرزِ استدلال

سے آج مولانا محمد دودی کو انبیاء و صحابہ کی توہین کا مجرم ٹھہرایا جا رہا ہے، ٹھیک اسی طرز استدلال کی بنا پر یونہی حضرات کو فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نہیں، خدا کی توہین تک کا ترکیب ٹھہرایا جا چکا ہے اور یہ کہا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک نعوذ باللہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور شیطان کا علم نبی کے علم سے زیادہ ہے! امکان کذب باری، علم غیب اور اس طرح کے مسائل پر ذکر کے دفتر سیاہ کیے جا چکے ہیں۔

ایک طرف یہ دین کے نام لیوا ہیں جو باہم دست و گریباں اور بلا ادنیٰ جواز مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق میں سرگرم ہیں اور دوسری طرف ملاحدہ و زنادقہ اور اعدائے دین کو کھلی مچھی مل گئی ہے کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور رسول کے صحابہؓ سے منسوب ہونے والی اور ان کی یا اولاد نے والی ہر شے کی علانیہ توہین و تضحیک کریں اور اسے طیامیٹ کرنے کے درپے ہوں۔ کاش صاحب احساس، حق پسند اور غیرت مند مسلمان اب بھی متغیہ ہوتے اور اس صورت حال کا تدارک کرتے!